بابت سنہ ۱۴۱۶ھ

پانچواں محاضرہ علمیہ

بر موضوع

غیر مقلدیت

پیش کردہ

جناب مولانا محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ فقہ دار العلوم دیوبند

9045272713

فہرستِ مضامین

حقیقت تراویح ۳
تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں ۴
تراویح کا ثبوت ۴
تراویح کا اجرا بیس رکعات کے ساتھ ۶
مسئلہ تراویح پر تحقیقی نظر ۱۲
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکعات تراویح کا صراحۃً ثبوت ۱۸
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف آٹھ رکعت تراویح کی نسبت ثابت نہیں ہے ۲۰
بیس رکعت تراویح پر جمہور امت کا اجماع ۲۲
ائمہ اربعہ بھی بیس ہی کے قائل ہیں ۲۴
چھتیس چالیس اور اٹھائیس رکعات کی توجیہ ۲۵
مسئلہ تراویح پر ایک اصولی گفتگو ۲۷
مسئلہ طلاق ثلثہ ۲۸
جمہور امت کے دلائل ۳۲
مخالفین کے دلائل ۴۲

کاتب: احسان الٰہی کاتب نزد معراج گیٹ دارالعلوم دیوبند

9045272713

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہِ الذین اصطفٰی اما بعد

منجملہ ان تمام مسائل عملیہ کے جن میں فرقہ غیر مقلدین نے جمہور اہل سنت والجماعت کی شاہراہ مستقیم سے انحراف کر کے راہ شذوذ اختیار کر لیا ہے اور جو ان کے اور اہل سنت والجماعت کے مابین وجہ امتیاز بن چکے ہیں۔ یہ دو مسئلے نہایت اہم اور مشہور ہیں۔ ۱ مسئلہ تراویح ۲ مسئلہ طلاق ثلاثہ۔
اس موقع پر قدرے تفصیل کے ساتھ ان دونوں مسئلوں پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

"حقیقت تراویح"

مسئلہ تراویح میں نقطۂ اختلاف پر غور کرنے سے قبل نفس تراویح کی حقیقت ذہن نشین رکھنی مناسب ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

سُمِّیَتِ الصلوٰۃُ فی الجماعۃِ فی لیالی رمضان التراویح ۱ یعنی جو نماز رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اس کا نام تراویح ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں یہ دو باتیں بطور خاص ملحوظ رکھنی چاہئیں (۱) تراویح نماز باجماعت کو کہتے ہیں۔ (۲) وہ رمضان المبارک کی راتوں کے ساتھ خاص ہے۔
غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ غازی پوری لکھتے ہیں "نماز تراویح وہ نماز ہے جو رمضان المبارک کی راتوں میں عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ ۲

---

۱ فتح الباری ص ۱۷۸ ج ۴ ۲ ضمیمہ رکعات التراویح ص

9045272713

"تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں"

"قیامُ اللیل" اور "صلوٰۃُ اللیل" یہ دونوں عام لفظ ہیں جن کے تحت دو نمازیں آتی ہیں ایک تراویح اور دوسری تہجد۔ اس باب میں وارد تمام احادیث پر غور کرنے سے یہ فرق بخوبی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ علمائے محققین نے ان دونوں کے مابین فرق کی صراحت کی ہے علامہ ابن قدامہ مالکیؒ المقنع میں فرماتے ہیں۔

ثم التراویح وهی عشرون رکعةً یقوم بها فی رمضان فی جماعةٍ ویوتر بعدها فی الجماعة فان کان له تهجدٌ جعل الوتر بعده [1]	پھر تراویح ہے اور اس کی بیس رکعتیں ہیں۔ جنہیں رمضان میں باجماعت ادا کرے اور اسکے بعد وتر باجماعت ادا کرے اور اگر وہ تہجد کا عادی ہو تو وتر تہجد کے بعد ادا کرے۔

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتاویٰ میں[2] حضرت گنگوہیؒ نے "رسالہ تراویح"[3] اور حضرت نانوتویؒ نے اپنے مکاتیب[4] میں ان دونوں کے فرق کو بدلائل واضح کیا ہے۔

"تراویح کا ثبوت"

عن عروة انّ عائشة رضی اللہ عنہا اخبرتهُ انّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم خرج لیلةً من جوف اللیلِ فصلّی فی المسجد وصلّی رجالٌ بصلوٰته	عروہ روایت کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہ رضؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ وسط شب میں باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی اور بہت سے لوگوں نے

[1] المقنع ص ۱۸۷-۱۸۸ ج ۱ [2] فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۹- ۱۲۰ ج ۱ [3] رسالہ تراویح مندرجہ تالیفات رشیدیہ ص ۳۰۶- [4] لطائف قاسمی ص ۷

فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلّى فصلّوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فصلّى فصلّوا بصلاته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلوٰة الصبح فلما قضى الفجر اقبل على الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف علي مكانكم ولكني خشيت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذالك ۔

(صحیح البخاری ص ۲۶۹ ج ۱)
(صحیح مسلم ص ۲۵۹ ج ۱)

آپ کی نماز کی اقتدا کی۔ لوگوں نے صبح دوسرے لوگوں سے اسکا تذکرہ کیا تو دوسری رات اس سے زیادہ لوگ جمع ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور ان لوگوں نے حضورؐ کی اقتداء کی صبح پھر ان لوگوں نے تذکرہ کیا تو تیسری رات اہل مسجد اور زیادہ ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز ادا کی دوسروں نے آپ کی اقتداء کی پھر چوتھی رات مسجد نمازیوں کی کثرت سے تنگ ہو گئی۔ یہانتک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے لئے تشریف لائے۔ فجر ادا کر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر تشہد پڑھا پھر فرمایا اما بعد بے شک تمہارا حال مجھ پر پوشیدہ نہیں تھا لیکن مجھے خوف ہوا کہ وہ تم پر فرض کر دی جائے اور تم اسکی بناء پر عاجز ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک معاملہ یوں ہی رہا۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ رمضان المبارک میں تین دن تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تراویح پڑھائی پھر لوگوں کے شدتِ ذوق وشوق کو دیکھکر اس اندیشہ سے پڑھانا ترک فرما دیا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے کہ لوگوں کو مشقت ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر غایتِ شفقت اور رحمت کی بنیاد پر ایسا فرمایا۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ تراویح کا ثبوت حدیث مذکورہ وغیرہا سے ہجرت کے بعد ہوا۔

9045272713

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اس کیفیت کے ساتھ یہ معاملہ صرف تین راتوں تک رہا جبکہ نماز تہجد کا ثبوت " آیت کریمہ یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاً (المزمل) اور آیت ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک (سورہ اسراء) سے ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ (مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ تراویح مندرجہ تالیفات رشیدیہ ص ۳۰۶-۳۰۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں داخلی اور خارجی فتنوں کی کثرت اور مدت خلافت کی قلت کی بنا پر اس سنّتِ عظیمہ کے قیام کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس سنّت کو جو عارض مذکور کی بنا پر موقوف تھی لیکن اب وہ عارض چونکہ باقی نہیں رہا تھا اس لئے جاری فرمادیا۔ گویا کہ یہ سعادت عظیمہ حضرت فاروق اعظم ہی کے لئے مقدر تھی ملا علی قاری رح علامہ طیبی رح کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

وَاِنْ کانت لم تکُنْ فِی عھدِ ابی بکر رضی اللہ عنہ فقد صلّٰھا رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم واِنّما قطعھا اِشفاقًا مِنْ ان تفرضَ علی اُمّتِہٖ وکانَ عمرُ مِمّن تنبّہ علیھا وسنّھا علی الدّوام فلہٗ اجرُھا واجرُ مَن عمِل بھا الی یومِ القیٰمۃ۔ (مرقات ص ۱۹۲ ج ۳)

اگرچہ تراویح باجماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہیں تھیں لیکن چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں تھے جو اس حقیقت سے باخبر تھے انہوں نے دائمی طور پر جاری فرمادیا تو انھیں اس کا بھی اجر ہے اور قیامت تک جو لوگ عمل کرتے رہیں گے ان کا بھی اجر ہے۔

"تراویح کا اجراء بیس رکعات کے ساتھ"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح بیس رکعات کے ساتھ

باجماعت جاری فرمایا۔ مندرجہ ذیل روایات سے اس کا واضح ثبوت ہوتا ہے۔

(۱) بیہقی رحؒ کی سنن کبریٰ میں ہے۔

وَقَدْ اَخْبَرَنَا ابوعَبْدِ اللّٰہِ الحُسَینُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الحُسَینِ بْنِ فَنْجُوَیہ الدِینُوری بالدّامِغانِ ثنا احمدُ بن مُحَمَّدِ بْنِ اسحٰق السنّی ثنا عبد اللّٰہ بْنُ مُحَمَّد بنِ عبدِ العزیز البَغَوی ثنا علیّ بن الجَعْد اَنبأنا ابنُ ابی ذئبٍ عن یزید بن خُصَیْفَة عنِ السائبِ بن یزیدَ قال کانوا یَقُومُونَ علیٰ عَہْدِ عُمَرَ بنِ الخطّابِ رضی اللّٰہ عنہ فِی شَہْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِینَ رکعۃً[۲]

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حسین ابن محمد بن حسین بن فنجویہ دنیوری نے دامغان میں انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق سنّی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن الجعد نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی۔ ابن ابی ذئب نے یزید بن خصیفہ سے انہوں نے روایت کی سائب ابن یزید سے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں

محدث نیمویؒ اس اثر کے رجال کے سلسلہ میں فرماتے ہیں رجال اسنادہ کلھم ثقات[۳] اس کی اسناد کے تمام راوی ثقات ہیں۔ پھر حافظ ذہبیؒ کی تذکرۃ الحفاظ۔ طبقات الحفاظ حافظ ابن حجرؒ کی تقریب التہذیب نوویؒ کی الخلاصۃ ابن العراقیؒ کی شرح التقریب سیوطیؒ کی المصابیح کے حوالہ سے ایک ایک۔ راوی کی توثیق و تصحیح نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو التعلیق الحسن ص ۵۴ ج ۲)

(۲) یہی روایت امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں یزید ابن خصیفہ کے دوسرے شاگرد محمد ابن جعفر سے نقل کی ہے۔ اسکی سند کو علامہ سُبکیؒ نے شرح منہاج اور

۲؎ آثار السنن والتعلیق الحسن ص ۵۳، ۵۴ ج ۲ ـ ۳؎ التعلیق الحسن ص ۵۴ ج ۲۔

ملا علی قاری رحؒ نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے محدث نیموی فرماتے ہیں" وھذا الاثر مِنْ هٰذَا الوَجْہِ قد صحح اِسنادہٗ العلامۃُ السُبکی فی شرحِ المِنْھاج وعلی القاری فی شرح الموطا۔ (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص ۵۵ ج ۲)

یزید ابن خصیفہ کے دونوں شاگرد ۱ محمد بن جعفر ۲ ابن ابی ذئب متفق اللفظ ہیں کہ وہ سائب ابن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔

(۳) موطا امام مالک رحؒ میں ہے

عَنْ یزیدَ ابنِ رُوْمَانَ کَانَ النَاسُ یقُوْمُوْنَ فی زمانِ عُمَرَ بنِ الخطابِ فی رمضانَ بثلاثٍ وعِشْرِینَ رکعۃً (موطا امام مالک

یزید ابن رومان سے مروی ہے کہ لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں ۲۳ رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۴) عن عبدِ العزیزِ بنِ رفیعٍ قال کان ابیُّ ابن کعبٍ یُصلی بالناسِ فِی رمضانَ بِالمدِینۃِ عِشْرِینَ رکعۃً ویُوتِرُ بِثلاثٍ اَخْرَجہٗ ابوبکر بنُ ابی شیبۃَ فی مُصَنَّفِہٖ واسنادہ مُرْسلٌ قَوِیٌّ

(آثار السنن ص ۵۵ ج ۲)

عبد العزیز ابن رفیع سے مروی ہے کہ ابی ابن کعب رضؓ لوگوں کو رمضان المبارک میں مدینہ شریف کے اندر بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے اس روایت کو ابوبکر ابن ابی شیبہ رحؒ نے اپنے مصنَّف میں بیان کیا ہے اور اس کی سند قوی مرسل ہے۔

(۵) عَنْ یحییٰ بنِ سعیدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الخطابِ رضؓ اَمَرَ رَجُلاً یُصَلِّیْ بِھِمْ عِشْرِینَ رکعۃً رواہُ ابوبکر

یحییٰ ابن سعید سے مروی ہے کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے

9045272713

بنُ ابی شیبۃَ فی مُصَنَّفِہٖ واسنادُہٗ مُرْسَلٌ قویٌ۔
(آثارالسنن ص ۵۵ ج ۱)

اس روایت کو ابو بکر ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بیان کیا اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

ان پانچ آثار میں سے پہلا اور دوسرا اثر تو صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ محدث نیموی رحؒ نے "آثار السنن" میں۔ اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحؒ نے "رکعات تراویح" میں ان دونوں کے رواۃ کی محدثانہ تحقیق کر کے کتب اسمائے رجال سے توثیق کی ہے۔ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحؒ نے پہلی روایت کے راوی اول ابو عبداللہ بن فنجویہ۔ اور دوسری روایت کے دو راوی ۱۔ ابو طاہر ۲۔ ابو عثمان پر واہی اعتراض کئے ہیں۔ جن کا مولانا اعظمی رحؒ نے نہایت ہی کافی اور شافی جواب دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو رکعات تراویح ص ۴۱ تا ۴۹)

تیسرا اثر مرسل ہے اس لئے کہ یزید ابن رومان نے حضرت عمر رضؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن یہ مرسل چونکہ موطا امام مالک رحؒ میں ہے اور موطا کے مراسیل روایات متصلہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِیُّ رحؒ اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ الْمُوَطَّا مالکٌ رحؒ واتَّفَقَ اھلُ الحدیثِ علٰی اَنَّ جَمِیْعَ مافیہِ صحیحٌ علٰی رأیِ مالکٍ وَمَنْ وَافَقَہٗ وامّا علٰی رأیِ غَیْرِہٖ فَلیسَ فِیہِ مُرْسَلٌ ولا مُنْقَطِعٌ اِلَّا قَدْ اتَّصَلَ السندُ بہٖ من طرقٍ اُخریٰ

حضرت امام شافعی رحؒ فرماتے ہیں کتاب اللہ کے بعد سب کتابوں میں زیادہ صحیح کتاب امام مالک کی موطا ہے اور اہل حدیث متفق ہیں کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے کے مطابق موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں) اور دوسرے

9045272713

فلا جرم انہا صحیحۃٌ من ھٰذا الوجہ وقد صُنّف فی زمانِ مالکٍ مؤطاتٌ کثیرۃٌ فی تخریج احادیثہٖ ووصلِ منقطعہٖ مثلُ کتابِ ابنِ ابی ذئبٍ وابن عُیینۃَ والثوریّ ومعمرٍ

(حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۳۳ ج ۱)

محدثین کی رائے کے مطابق اس میں کوئی مرسل اور منقطع حدیث ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے اسکی سند متصل نہ ہو پس اسوجہ سے مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہی ہیں۔ امام مالکؒ کے زمانے میں بہت سی مؤطا تصنیف ہوئیں جن میں موطا امام مالک کی احادیث کی تخریج کی گئی اور اس کی منقطع احایث کو متصل کیا گیا جیسے ابن ابی ذئب ابن عیینہ ثوری اور معمر وغیرہ کی کتابیں۔

اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ ثقہ کا مرسل تو امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطلقا مقبول ہے خطیب بغدادیؒ کفایہ میں لکھتے ہیں۔

فَقَالَ بَعضُھُم اَنّہٗ مَقبُولٌ وَیجبُ العَمَلُ بہٖ اذا کانَ المُرسِلُ ثقۃً عدلاً وھُو قولُ مالکٍ واھلِ المدینۃِ وابی حنیفۃَ واھلِ العراقِ وغیرِھِم

بعض علمانے فرمایا کہ مرسل مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جب ارسال کرنے والا ثقہ اور عدل ہو یہی امام مالکؒ اہل مدینہ امام ابوحنیفہؒ اور اہل عراق وغیرہ کا قول ہے۔

(کفایہ ص ۳۸۴ بحوالہ رکعات تراویح ص ۴۶)

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل اگرچہ مقبول نہیں ہے لیکن اس مرسل کی تائید دوسرے طریق سے مروی کسی مرسل یا مسند سے ہو جائے تو پھر وہ مقبول ہے علامہ ابن حجرؒ شرح نخبہ میں فرماتے ہیں۔

وَقالَ الشافعیُّ یُقبلُ اِذا اعتُضِدَ بِمجیئِہٖ مِن وَجہٍ آخرَ یُبایِنُ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرسل قابل قبول ہے جبکہ طریق اول کے علاوہ

الطریقَ الاولیٰ مُسنَداً اکانَ اومُرسلاً۔
(شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱)

کسی دوسرے طریق سے اسے مضبوط کردیا جائے دوسری روایت چاہے مرسل ہویا یا مسند۔

چوتھا اور پانچواں اثر بھی مرسل ہے کیونکہ عبدالعزیز ابن رفیع نے ابی ابن کعب رض کو یحییٰ ابن سعید انصاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لیکن یہ دونوں اثر یزید ابن رومان کے اثر کے مؤید ہونے کی وجہ سے مقبول ہیں۔ بہرحال ان پانچوں روایات سے ثابت ہوگیا کہ عہد فاروقی میں خود حضرت فاروق اعظم رض کے حکم سے بیس رکعت تراویح کا عمل جاری ہوا۔ اور اس وقت سے امت پر ہمیشہ کے لئے لازم ہوگیا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

عَلَیکُم بِسُنَّتِی وَسُنَّۃِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ المَھدِیِّینَ عَضُّوا عَلَیھَا بِالنَّوَاجِذِ
(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح)
(ترمذی شریف ص ۹۲ ج ۲)

میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم پکڑو اور انہیں اپنے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ دبالو۔

شراح حدیث لکھتے ہیں۔

فَاِنَّ لفظَ علیکم یَدُلُّ عَلَی اللُّزُومِ وَضعًا والمَعطُوفُ فِی حُکمِ المعطوفِ عَلَیہِ لغۃً فَثَبَتَ بِہٖ لُزُومُ سنۃِ الخُلَفَاءِ کَلُزُومِ سُنَّۃِ الرَّسولِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
(اعلاء السنن ص ۷۰ ج ۷)

بے شک لفظ "علیکم" باعتبار وضع لزوم پر دلالت کرتا ہے اور معطوف باعتبار لغت معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے تو حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی لازم ہے جس طرح خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لازم ہے۔

9045272713

چنانچہ اسی وقت تمام امت کا اس پر اجماع ہو گیا۔

علامہ نووی رحؒ فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَقَرَّ الْاَمْرُ عَلٰی عِشْرِیْنَ فَاِنَّہٗ الْمُتَوَارِثُ۔ (مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۳)

پھر بیس پر عمل قرار پا گیا اور وہی سلف سے خلف تک چلا آرہا ہے۔

ابن حجر رحؒ مکی فرماتے ہیں۔

اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً (مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

مسئلہ تراویح پر تحقیقی نظر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی بیس رکعات کا تعین اگرچہ روایات صحیحہ میں صراحۃً وارد نہیں ہوا ہے۔ لیکن روایات صحیحہ سے بدرجۂ تواتر یہ ثابت ہو کر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات خصوصاً نمازیں رمضان المبارک کے ایام میں دیگر ایام کی بنسبت نمایاں طور پر بڑھ جاتی تھیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے۔

قَالَتْ عَائِشَۃُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْتَھِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا یَجْتَھِدُ فِیْ غَیْرِہٖ (صحیح مسلم ص ۳۷۲ ج ۱)

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں دیگر ایام کی بنسبت زیادہ عبادت کے سلسلہ میں جد و جہد فرماتے تھے۔

صحیحین کی روایت ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آجاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

9045272713

اَحْیَی اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَھْلَهٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (صحیح البخاری ص ۲۷۱ ج ۱ وصحیح مسلم ص ۳۷۲ ج ۱)

راتوں کو زندہ رکھتے اور اپنے اہل خانہ کو بیدار فرماتے اور عبادت میں کوشش کرتے اور حد درجہ مستعد ہو جاتے تھے۔

انہیں روایات کے پیش نظر نواب صدیق صاحب رح فرماتے ہیں۔

اِنَّ صَلٰوۃَ التَّرَاوِیْحِ سُنَّۃٌ بِاَصْلِھَا لِمَا ثَبَتَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهَا فِیْ لَیَالِیْ ثُمَّ تَرَكَ شَفَقَةً عَلَی الْاُمَّةِ اَنْ لَا تَجِبَ عَلَی الْعَامَّةِ اَوْ یَحْسِبُوْهَا وَاجِبَةً وَلَمْ یَاْتِ تَعْیِیْنُ الْعَدَدِ فِی الرِّوَایَاتِ الصَّحِیْحَةِ الْمَرْفُوْعَةِ وَلٰكِنْ یُعْلَمُ مِنْ حَدِیْثِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهٖ رواہ مسلمٌ اَنَّ عَدَدَھَا كَانَ كَثِیْرًا (الانتقاد الرجیح ص ۶۱ بحوالہ رکعات تراویح ص ۹۵)

اصل نماز تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا، پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا لوگ اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں اور عدد کی تعیین صحیح مرفوع روایتوں میں نہیں آئی ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی کوشش اور محنت کرتے تھے وہ اور دنوں سے زیادہ ہوتی تھی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔

الحاصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں رمضان المبارک میں اور دنوں کی بنسبت یقیناً زیادہ ہوا کرتی تھیں۔ شبہ گذرتا ہے کہ حضرت عائشہ کی وہ حدیث جو صحیح بخاری وغیرہ میں ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں رمضان المبارک میں غیر رمضان کی طرح گیارہ رکعات سے

9045272713

زائد نہیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں۔

مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِى رَمَضَانَ وَلَا فِى غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَ رَكْعَةً (صحیح البخاری ص ۱۵۴ ج ۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں بڑھاتے تھے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حدیث عائشہ رضؓ تہجد کے سلسلہ میں ہے۔ تہجد اور تراویح کا فرق مدلل طریقہ سے واضح کیا جا چکا ہے۔ حافظ ابن حجر رحؒ کے قول سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث عائشہ باب تہجد میں وارد ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

وَظَهَرَ لِي اَنَّ الْحِكْمَةَ فِي عَدَمِ الزِّيَادَةِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَ رَكْعَةً اَنَّ التَّهَجُّدَ وَالْوِتْرَ مُخْتَصٌّ بِصَلٰوةِ اللَّيْلِ (فتح الباری ص ۱۴ ج ۳)

مجھے یہ بات ظاہر ہوئی کہ اگیارہ رکعت پر زیادہ نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر صلواۃ اللیل کے ساتھ خاص ہیں۔

وہ احادیث جن سے رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کی کثرت کا پتہ چلتا ہے اور یہ حدیث جس میں ۱۱ رکعات سے زیادتی کی نفی ہو رہی ہے ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پس وجہ تطبیق درمیان ایں روایات کہ صریح دلالت بر زیادتی کیفی وکمی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در رمضان بر غیر آں میکنند و در آں روایت کی نفی زیادت می کنند ہمیں است کہ آں روایت

پس تطبیق ان صریح روایتوں کے درمیان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے رمضان المبارک میں غیر رمضان کی بنسبت زیادتی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس روایت کے

محمول برنماز تہجد است کہ در رمضان وغیر
رمضان یکساں بود غالباً بعد دیازدہ
رکعت مع الوتر می رسد دلیل بریں حمل
آنست کہ راوی ایں حدیث ابوسلمہ
است در تتمہ ایں روایت میگوید کہ قالت
عائشۃ فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اتنام قبل اَنْ تُوتِر قال یا
عائشۃُ اِنّ عینیّ تنامان ولاینام
قلبی کذا رواہ البخاری ظاہر است
کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور شود
نہ در غیر آں۔ وروایات زیادت محمول بر
نماز تراویح است کہ در عرف آں زماں
بقیام رمضان معبر بود۔
(فتاوی عزیزی ص ۱۰۸ ج ۱)

درمیان جو زیادتی کی نفی کرتی ہے یہی ہے
کہ یہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے جو کہ
رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی۔
اس کی تعداد وترسمیت عموماً گیارہ تک
پہونچتی تھی۔ اس بات کہ دلیل یہ ہے کہ
روایت کے راوی ابوسلمہ حدیث کے آخر
میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا آپ وتر سے پہلے سوجاتے ہیں؟ تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھیں
سوجاتی ہیں میرا دل نہیں سوتا جیسا کہ
اسکو بخاری نے بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ وتر سے
پہلے سونے کا تصور نماز تہجد میں ہے نہ کہ کسی
اور نماز میں وہ روایات جن سے زیادتی
کا پتہ چلتا ہے وہ نماز تراویح پر محمول ہیں۔
جسے اسوقت قیام رمضان کہا جاتا تھا۔

ان مباحث کا خلاصہ یہی ہے کہ ان تین راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تراویح پڑھائی اس کی کوئی معین تعداد روایات صحیحہ مرفوعہ سے ثابت نہیں ہوتی لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحؒ فرماتے ہیں۔

آمدیم برآں کہ قیام رمضان بچند رکعت ادا

ہم اس نتیجہ پر آئے کہ قیام رمضان آپ نے

9045272713

میفرمودند درروایات صحیحہ مرفوعہ تعیین عدد نیامدہ لیکن از الفاظ مذکورہ در جدو اجتہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم شود کہ عددش بسیار بود۔

(فتاوی عزیزی ص ۱۱۹ ج ۱)

کتنی رکعات کے ذریعہ فرمایا۔ روایات صحیحہ مرفوعہ میں عدد کی تعیین نہیں آئی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت اور کوشش کے سلسلہ میں آئے ہوئے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تعداد زیادہ تھی۔

۱۔ الحاصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان رکعات کی کثرت کے ساتھ تھا
۲۔ کثرت کی تعیین روایات صحیحہ سے نہیں ہوسکی۔

یہاں یہ بات حل طلب ہے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات کی تعیین اور تحدید کس بنیاد پر فرمائی۔ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی عملاً بیس ہی پر اجماع کرلیا؟ اس خدشہ کا واضح حل یہی ہے کہ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی زبان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال مبارکہ نقل کرتے ہیں اور وہ دلائل شرعیہ ہوتے ہیں اسی طرح وہ اپنے اعمال وافعال سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افعال مبارکہ کی نقل ان کی تنفیذ اور اجراء فرماتے ہیں اور وہ بھی دلیل شرعی ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فَکَانَ یَتَوَضَّأُ فَیَرٰی الصَّحَابَۃُ وُضُوْءَہٗ فَیَأْخُذُوْنَ بِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّبَیِّنَ اَنَّ ھٰذَا رُکْنٌ وَذَالِکَ اَدَبٌ وَکَانَ یُصَلِّیْ فَیَرَوْنَ صَلَاتَہٗ فَیُصَلُّوْنَ کَمَا

رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک تو آپ وضو فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے وضو کو دیکھ کر اس پر عمل کرتے تھے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے کہ یہ رکن ہے وہ مستحب ہے۔ اور آپ نماز پڑھتے تھے پس صحابہ رضی اللہ عنہم جس

رَأَوْهُ يُصَلِّي وحَجَّ فرمق الناسُ حَجَّتَهُ ففعلوا كما فعلَهُ،
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۳۰ ج ۱)

طرح آپ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے تھے اسی طرح خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا پس لوگوں نے بھی دیکھکر ویسے ہی افعال حج ادا کئے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کئے۔

مدینہ کے حضرات چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے اعمال کو دیکھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے تھے اسی بنیاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعامل اہل مدینہ بھی دلیل شرعی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں۔

وَلِذَالِكَ تَرَى مَالِكًا يُلازِمُ مُحَجَّتَهُم
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴۱ ج ۱)

اسی بنا پر امام مالک رح اہل مدینہ کے تعامل کو لازم سمجھتے تھے۔

یہ بات محقق ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے زمانے میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عمل اور اس پر کسی کا بھی اختلاف نہ کرنا یہ اسی قبیل سے ہے یقیناً ان حضرات کی نگاہوں میں اس کے ماخذ اور دلائل رہے ہوں گے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل دیکھا ہوگا۔ اگرچہ بعد والوں کی نگاہوں میں وہ دلائل اس قوت کے ساتھ مستحضر نہیں رہ گئے۔ اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بہر حال درین جا قاعدہ کلیہ را ملحوظ نظر باید فرمود کہ در وقت اجماع و اتفاق اہل حل وعقد بر امرے از امور شرعیہ دلائل و مآخذ آں امر از طرق شتی و مسالک متعددہ بر قلوب

بہر حال اس جگہ یہ قاعدہ کلیہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ امور شرعیہ میں سے کسی امر پر اہل حل وعقد کے اجماع کرنے کے وقت اس چیز کے دلائل و ماخذ اس زمانے کے لوگوں کے

9045272713

اہل عصر وارد می شود وہیئت مجموعہ موجب
تیقن یا ظن غالب بحکم آں امر میشود اگر از
دیگراں کہ دراں وقت حاضر نبودہ اند
ہر ہر دلیل را فرادیٰ فرادیٰ نظر کنند
نزد ایشاں موجب غلبۂ ظن یا تیقن نمی شود
لیکن در حق ایشاں اجماع منعقد در زمان
سابق در دلیل بودن کفایت می کند۔
(فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۰ ج ۱)

دلوں پر وارد ہوتے ہیں اور ہیئت مجموعی
اس چیز کے یقین یا ظن غالب کا فائدہ دیتے
ہیں اگر وہ لوگ جو اس زمانے میں موجود
نہیں تھے ہر ہر دلیل پر الگ الگ غور
کریں تو انھیں یقین یا ظن غالب حاصل
نہیں ہوگا۔ لیکن ان کے حق میں وہ اجماع
جو پہلے ہو چکا ہے دلیل کافی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس ۲۰ رکعات تراویح کا صراحۃً ثبوت

جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ روایات صحیحہ مرفوعہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس ۲۰ رکعات تراویح کا بالتصریح ثبوت نہیں ہے لیکن بعض نسبتاً کم درجہ روایات سے بیس رکعات تراویح کی نسبت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً ثابت ہے اور ان روایات کو بھی بے اصل نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ وہ فعل صحابہ رضؓ اور اجماع صحابہ رضؓ سے موکد ہونے کی وجہ سے درجۂ استدلال میں قوی ہو جاتی ہیں ان روایتوں میں سے دو کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ پہلی روایت کو ملا علی قاری رحؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کو بیہقی کی سنن کبریٰ کے حوالے سے مرقاۃ میں نقل کیا ہے۔

(۱) اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ۔
(مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۳)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

9045272713

(۲) اَنَّہٗ صَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بِعَشْرِ تَسْلِیْمَاتٍ

(مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۳)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرکے ملا علی قاری نے ابن حجرؒ کے واسطے سے لکھا ہے۔

لکن الرّوایتان ضعیفتانِ

(حوالہ سابقہ)

لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔

بیہقیؒ وغیرہ نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے ضعیف کی بنیاد یہ ہے کہ ان دونوں کی اسناد میں ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہیں اور وہ مجروح راوی ہیں ان روایتوں پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ یہ صحیحیں میں آئی ہوئی حضرت عائشہؓ کی روایت مَاکَانَ یَزِیْدُ فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ رکعتا" کی مخالف ہیں دوسرے اعتراض کا تفصیلی جواب گذر چکا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز ان دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

در مصنف ابن ابی شیبہ و سنن بیہقی بروایت ابن عباسؓ وارد شدہ کہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وسلم یُصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ و بوتر امام بیہقی این روایت را تضعیف نمودہ بآنکہ راوی ایں حدیث جدّ ابو بکر ابن ابی شیبہ است حال آنکہ ابو شیبہ جدّ ابو بکر ابن ابی شیبہ آنقدر

مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں ابن عباسؓ کی روایت سے آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بغیر جماعت کے (بھی) بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ لیکن بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے اس بنیاد پر کہ اس حدیث کے راوی ابو بکر ابن ابی شیبہ کے دادا ہیں حالانکہ ابو بکر ابن ابی شیبہ

9045272713

ضعف ندارد کہ روایت او را مطروح
مطلق ساختہ شود۔ اگر معارض او حدیث
صحیح مے شد البتہ ساقط می گشت۔
وَقَدْ سَبَقَ اَنَّ مَا يَتَوَهَّمُ مُعَارِضًا
لَهُ اَعْنِي حَدِيْثَ اَبِيْ سَلَمَة عَنْ عَائِشَة
الْمُتَقَدِّمَ ذِكْرُهُ لَيْسَ مُعَارِضًا لَهُ
بِالْحَقِيْقَةِ فَبَقِيَ سَالِمًا كَيْفَ وَقَدْ تَأَيَّدَ
بِفِعْلِ الصَّحَابَةِ رض
(فتاوی عزیزی ص ۱۲۰-۱۲۱ ج ۱)

کے دادا ابو شیبہ اسقدر ضعیف نہیں ہیں
کہ ان کی روایت مطلقاً ترک کر دی جائے
ہاں اگر حدیث صحیح اس کے مخالف ہوتی
تو البتہ ترک کر دی جاتی۔ اور یہ بات
گذر چکی ہے، جس حدیث کو اس کا معارض
سمجھا جاتا ہے یعنی ابو سلمہ عن عائشہ والی
حدیث جس کا ذکر گذر چکا تو وہ درحقیقت
اس کی معارض نہیں اس لیے یہ حدیث
سالم رہی اور ساتھ فعل صحابہ رض سے مؤید بھی
ہو گئی۔

ثابت ہوا کہ (۱) یہ حدیث اس قدر ضعیف نہیں ہے کہ ترک کر دی جائے۔
(۲) کسی حدیث صحیح کی معارض بھی نہیں ہے (۳) عمل صحابہ کرام رض سے مؤید ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آٹھ رکعت تراویح کی نسبت ثابت نہیں ہے

اوپر مفصلاً گذر چکا ہے کہ حدیث عائشہ رض تہجد کے سلسلہ میں ہے اس لئے اس سے رکعاتِ تراویح ثابت کرنا ع چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
کی قبیل سے ہے آٹھ رکعت کے ثبوت میں اس روایت کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے جو صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

عن جابر رض صلّٰى بنا رسول اللّٰه
صلّى اللّٰه عليه وسلّم في شَهرِ رمضان
ثمانِ ركعاتٍ واوتر (بحوالہ مرقاۃ)

حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے
مہینہ میں آٹھ رکعات پڑھائی پھر

ص ۱۹۴ ج ۳ آثار السنن ص ۱۵۱ ج ۱) وتر پڑھایا۔

حضرت جابرؓ سے اس حدیث کے روایت کرنے کے سلسلہ میں عیسیٰ ابن جاریہ منفرد ہیں مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں "ان کا ذکر حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب وغیرہ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ ابن معینؒ نے انکی نسبت لکھا ہے "لیس بذاك" وہ قوی نہیں ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ان کے پاس متعدد منکر روایتیں ہیں اور امام نسائیؒ اور امام ابو داوٗدؒ نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہیں اور امام نسائیؒ نے ان کو متروک بھی کہا ہے ساجیؒ اور عقیلیؒ نے ان کو ضُعفاء میں ذکر کیا ہے اور ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ ان کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں (یعنی شاذ و منکر ہیں)۔

یہ سات حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ ابن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل میں صرف ایک ابو زرعہ ہیں جنہوں نے "لا باس بہ" (ان میں کوئی مضائقہ نہیں) کہا ہے۔ اور دوسرے ابن حبان ہیں جنہوں نے انکو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسّر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لہذا عیسیٰ اصولاً مجروح قرار پائیں گے بالخصوص جبکہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں چنانچہ امام نسائی اور ابو داؤد نے ان کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ (رکعات تراویح ص ۲۷-۲۸)

ملا علی قاریؒ اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

اجمع الصحابۃ رضی علی ان التراویح عشرون رکعۃ (مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۱)	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع ہے تراویح بیس رکعات ہیں۔

صاحب آثار السننؒ نے امام طبرانیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَا یُرْوٰی عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اِلَّا بِھٰذَا الْاِسْنَادِ (التعلیق الحسن علی	یعنی حضرت جابرؓ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث

9045272713

آثار السنن ص ۵۱ ج ۱) مروی نہیں ہے۔

ان تمام تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) اس حدیث کے راوی عیسیٰ ابن جاریہ مجروح ہیں (۲) اجماع صحابہ رضا اس روایت کی تائید اور تقویت نہیں کرتا (۳) کوئی دوسرا اس کا مؤید اور متابع موجود نہیں ہے ان وجوہات کی بنا پر یہ روایت پایۂ استدلال سے ساقط ہو جاتی ہے۔

بیس رکعت تراویح پر جمہور اُمت کا اجماع

گذشتہ مباحث کی روشنی میں یہ ناقابل انکار حقیقت واضح ہو گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک سے بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو گیا ہے، جیسا کہ ۱۔ سائب ابن یزید ۲۔ یزید ابن رومان ۳۔ عبد العزیز بن رفیع ۴۔ یحییٰ ابن سعید کے آثار سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات ہی پڑھتے تھے۔ سائب ابن یزید کے اثر کے آخری الفاظ ہیں۔

وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رض مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ (آثار السنن ص ۵۳ ج ۲)

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنے عصا پر ٹیک لگاتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے دو نو پیشروؤں کی طرح بیس رکعات ہی کا حکم فرماتے تھے۔ جیسا کہ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي سُنَنِهِ وَرُوِّينَا عَنْ شُتَيْرِ ابْنِ شَكَلٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ اَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِي رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (آثار السنن ج ۲، ۵۵)

شتیر ابن شکل سے مروی ہے (اور یہ حضرت علی رضا کے اصحاب میں تھے) کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

9045272713

اوران کا پڑھانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حکم سے تھا۔

(۲) قال ابنُ اَبِی شیبةَ فِی مُصَنَّفِہٖ حدّثنا وکیعٌ عَنِ الحسنِ بن صالحٍ عن عمرٍ بنِ قیس عن ابی الحسناءِ اَنَّ علیاً اَمرَ رجلاً یُصلی بِہِم فِی رمضانَ عِشرِیْنَ رکعۃً (التعلیق الحسن ص ۵۷ ج ۲)

ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

(۳) اَخرجَ البیہقی عن اَبِی عبدِ الرَّحمٰنِ السُّلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال وَدعا القُرَّاءَ فِی رمضانَ فَاَمرَ منہم رجلاً یُصلی بالناسِ عِشرِیْنَ رکعۃً قال وکانَ علیٌّ یُوتِرُ بِہِم ورُوِی ذالک مِن وجہٍ اٰخرَ عن علیٍّ (آثار السنن ص ۵۶ ج ۱)

عبدالرحمان سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں قرّاء کو بلوایا اور ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے (راوی کہتے ہیں) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔ اور یہ روایت حضرت علی رض سے دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔

روایت بیان کرکے امام بیہقی نے آخر میں یہ صراحت کردی ہے کہ یہ روایت دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ اسی اثر سے امام ابن تیمیہؒ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تراویح کو بعینہٖ باقی رکھا (منہاج السنہ ص ۲۲۴ ج ۱) علامہ ابن تیمیہؒ کے اس استدلال پر المنتقیٰ میں حافظ ذہبی نے سکوت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو المنتقیٰ ص ۵۴۲) جو ان کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

اہل مکہ کا بھی تعامل بیس رکعات پر تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

هٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا بِمَکَّۃَ یُصَلُّوْنَ عِشْرِیْنَ (تحفۃ الاحوذی ص ۷۶ ج ۲)

میں نے اپنے شہر مکہ میں یوں ہی پایا کہ لوگ بیس رکعات پڑھتے تھے۔

اب رہا عراق (کوفہ ابصرہ) تو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس پر عمل تھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس پڑھتے تھے۔

(ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ص ۷۶ ج ۲)

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس مسئلہ پر اجماع کے سلسلہ میں ابن حجرؒ کا یہ قول ملا علی قاری کے حوالے سے نقل کیا جا چکا کہ۔

اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً (مرقاۃ ص ۱۹۴ ج ۳)

تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔

ائمہ اربعہ بھی بیس ہی کے قائل ہیں

ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو مخالف موافق سب کو تسلیم ہے کہ وہ بیس ہی کے قائل ہیں امام محمد رحمۃ اللہ کی کتابوں سے لیکر اب تک احناف کی تمام کتابیں اس کی شاہد ہیں امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی بیس کے قائل ہیں۔

فقہ حنبلی کی کتاب المقنع میں ہے۔

ثُمَّ التَّرَاوِیْحُ وَھِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً یَقُوْمُ بِھَا فِیْ رَمَضَانَ فِیْ جَمَاعَۃٍ (المقنع ص ۱۸۳ ج ۱)

پھر تراویح اور یہ بیس رکعات ہے جسے رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیس ہی رکعات پسند فرماتے ہیں۔ ان کا قول ہے۔

وَاَحَبُّ اِلَیَّ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً (قیام اللیل ص ۹۲ بحوالہ رکعات تراویح ص ۸۹)

مجھے بیس ہی رکعات تراویح پسند ہیں۔

9045272713

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ایک قول بیس ہی رکعات کا ہے۔ ابن رشد مالکیؒ بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں۔

فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي اَحَدِ قَوْلَيْهِ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَاحْمَدُ وَدَاوٗدُ الْقِيَامَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ (بدایۃ المجتہد ص ۱۹۲)

امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے اعتبار سے اور امام ابو حنیفہؒ امام شافعی امام احمد بن حنبلؒ اور داؤدؒ نے وتر کے علاوہ بیس رکعات کو اختیار کیا ہے۔

چھتیس (۳۶) چالیس (۴۰) اور اٹھائیس رکعات کی توجیہ

اور جو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول مشہور ہے کہ ان نزدیک تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں جیسا کہ صاحب بدایۃ المجتہد نقل کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ (بدایۃ المجتہد ص ۱۹۲)

ابن القاسم نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعات تراویح پسند کرتے تھے اور وتر تین رکعات۔

اسی طرح بعض سے چالیس اور بعض سے اٹھائیس رکعات منقول ہیں۔

ان سب کی توجیہ محققین نے یہ کی ہے کہ اہل مکہ ہر ترویحہ کے بعد سات طواف کیا کرتے تھے اور طواف کے بعد دو رکعت صلوٰۃ طواف پڑھتے تھے اور آخر میں طواف نہ کر کے دعا مانگتے تھے اس طرح یہ آٹھ رکعات زیادہ ہوگئیں اور مجازاً ان کو بھی تراویح میں شامل کر لیا گیا اس طرح تعداد اٹھائیس ہوگئی۔ اہل مدینہ نے چاہا کہ کثرتِ ثواب میں اہل مکہ کی ہمسری حاصل کریں چونکہ وہاں طواف کی شکل تھی نہیں تو اس کے بدلہ میں ہر ترویحہ کے بعد چار رکعات کا اضافہ کر دیا اسی طرح یہ مزید سولہ رکعات بھی مجازاً تراویح میں شمار کی جانے لگیں اس طرح رکعات چھتیس ہوگئیں اور

9045272713

بعض حضرات پانچویں ترویحہ کے بعد بھی چار رکعت مزید پڑھتے تھے اس بنا پر کل رکعات چالیس ہوگئیں۔ مُلّا علی قاری رح علامہ سیوطی رح سے نقل کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ السُّيُوطِي فِي رِسَالَتِهِ أَنْ يُسْتَحَبَّ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ سِتًّا وَثَلٰثِيْنَ رَكْعَةً تَشْبِيْهًا بِأَهْلِ مَكَّةَ حَيْثُ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيْحَتَيْنِ طَوَافًا وَيُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْهِ وَلَا يَطُوْفُوْنَ بَعْدَ الْخَامِسَةِ فَارَادَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مُسَاوَاتَهُمْ فَجَعَلُوْا مَكَانَ كُلِّ طَوَافٍ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ (مرقاۃ ص ۱۹۳ ج ۳)

علامہ سیوطی رح نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ کے لئے چھتیس رکعات بہتر ہیں اہل مکہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے اس لئے کہ وہ لوگ ہر دو ترویحہ کے درمیان طواف کرتے اور طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور پانچویں کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ تو اہل مدینہ نے ثواب میں ان کی برابری کا قصد کیا اور طواف کے بدلہ چار رکعت پڑھنے لگے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں یہی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۰ ج ۱)

اور جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے گیارہ رکعات کا قول نقل کیا جاتا ہے امام مالک رح کی طرف اسکی نسبت ثابت نہیں ہے مذہب مالکیہ کی مستند اور مشہور کتب مثلاً "مدوّنہ کبریٰ" "بدایۃ المجتہد" وغیرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان تمام مباحث سے یہ ثابت ہوگیا کہ (۱) بیس رکعات کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک بے اصل نہیں ہے (۲) خلفائے ثلاثہ رض صحابہ کرام رض ائمہ مجتہدین سب کا بیس پر اجماع ہے (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آٹھ کی نسبت بے اصل ہے اس لئے آٹھ رکعات تراویح کا دعویٰ کرنا سنت رسول اللہ علیہ علیہ وسلم سنتِ خلفائے راشدین اور اجماع کی مخالف اور دلائل شرعیہ کو پامال کرنا ہے۔ اللھم احفظنا منہ۔

9045272713

مسئلہ تراویح پر ایک اصولی گفتگو

مشہور حدیث شریف

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۳ ج ۱)

جس نے رمضان المبارک میں ایمان اور احتساب کے ساتھ نمازیں ادا کیں تو اسکے تمام گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے

اور اس سے قبل جو حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کی کثرت کے سلسلہ میں بیان کی گئیں۔ ان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں بہت زیادہ ہوا کرتی تھیں جیسا کہ غیر مقلدین کے متفق علیہ عالم نواب صدیق صاحب رح نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ رکعات تراویح کے سلسلہ میں جو حضرت جابر رض کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ اگر وہ ثابت بھی ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک رات کا واقعہ ہے جیسا کہ خود حدیث کے لفظ "صلی بنا" سے اسکی صراحت ہوتی ہے جبکہ یہ بات محقق ہے کہ تراویح باجماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کم از کم تین دن یقیناً پڑھائی ہے اس کے برخلاف بیس رکعت پڑھانے کے سلسلہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ ہیں "کان یصلی بنا" ان الفاظ سے صراحت ہوتی ہے کہ یہ عمل کم از کم صرف ایک دن کا نہیں تھا بلکہ کئی دن ہوا۔ الحاصل رمضان المبارک میں عبادت کے سلسلہ میں آئی ہوئی صحیح اور متواتر احادیث نمازوں کی کثرت کی شہادت دیتی ہیں۔ اور آٹھ رکعت والی حدیث سے یہ معاملہ صرف ایک رات کا ثابت ہوتا ہے جبکہ بیس رکعات والی حدیث اس کثرت صلوٰۃ کی تائید کے ساتھ ساتھ اس کے تسلسل پر دلالت کرتی ہے پھر مزید برآں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باقاعدہ اجراء

9045272713

کی وجہ سے وہ سنت خلفاء میں بھی داخل ہوگئی ہے، جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایک مستقل دلیل شرعی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الخ میں "سنۃ الخلفاء" کا "سنتی" پر عطف ہے اور قواعد نحویہ کی رو سے اصل عطف میں مُغایرت ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہونا چاہئے۔ (ملاحظہ ہو مکتوب حضرت نانوتوی مندرجہ لطائف قاسمی ص ۱۰ ومکتوب حضرت گنگوہیؒ ص۱۵)

تو ثابت ہوا کہ جس طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دلیل اور واجب العمل ہے۔ اسی طرح سے سنت خلفاء بھی مستقلاً دلیل اور واجب العمل ہے غیر مقلد حضرات کو اگر سنۃ خلفاء کا دلیل ہونا تسلیم نہیں ہے تو انہیں اپنے محقق اور مقتدا عالم نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق کو تو تسلیم کرنا چاہئے۔ نواب صاحبؒ فرماتے ہیں

اِنَّ مَا سَنَّہُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ فَالْاَخْذُ بِہٖ لَیْسَ اِلَّا لِاَمْرِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْاَخْذِ بِہٖ وَالْاِقْتِدَاءِ بِمَا فَعَلُوْہُ ھُوَ لِاَمْرِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم لَنَا بِالْعَمَلِ بِسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ (الدین الخالص ص ۳۵ ج ۲ بحوالہ الکلام المفید ص ۸۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو امور حضرات خلفائے راشدین نے جاری کیے ہیں ان کی ان امور میں پیروی اور اقتدار صرف اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کا حکم دیا۔

نواب صاحبؒ تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین جو سنت جاری کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو تراویح کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو سنت جاری فرمائی اسے اختیار کرنا چاہیئے بالخصوص جبکہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل اور اجماع بھی اسی کی موافقت کرتا ہے۔

9045272713

مسئلہ طلاق ثلثہ

مسئلہ تراویح کے بعد دوسرا اہم مسئلہ جس میں غیر مقلدین جمہور اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرتے ہیں وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ ہے۔ شریعت نے طلاق دینے کا بہتر طریقہ یہ بتلایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں اس نے بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ پھر عدت گذر جانے کے بعد عورت جُدا ہو جائے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا (مسلم شریف ص ۴۷۶ ج ۱)

پھر اگر طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اسے طلاق طہر کی حالت میں دے جبکہ اس سے مباشرت نہ کی ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اگر طلاق کی ضرورت پیش آتی تو ان کا عمومی اور پسندیدہ عمل یہی تھا۔

رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِي رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْسِنُونَ أَنْ لَا يُطَلِّقُونَ لِلسُّنَّةِ إِلَّا وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يُطَلِّقُونَ ذَالِكَ حَتّٰى تَنْقَضِي الْعِدَّةُ (اخرجه ابن ابی شيبة فی مصنفه)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ بطور سنت ایک ہی طلاق دی جائے۔ پھر اس کے بعد کوئی طلاق نہ دیں یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔

اگر کوئی شخص مکمل تین ہی طلاق دینا چاہتا ہے تو اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ تینوں طلاقوں کو تین طہروں میں مکمل کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

9045272713

اَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ اِسْتِقْبَالاً فَتُطَلِّقَهَا لِكُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةً

تم طہر کا بطور خاص انتظار کرو پھر ہر طہر میں ایک طلاق دو۔

(بدائع ص ۸۹ ج ۳ وروی مثلہ الدار قطنی والطبرانی کما فی الدرایہ ص ۳۵۵ ج ۲ علی ہامش الہدایۃ۔

لیکن اگر کوئی شخص طریقہ سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دے ڈالے تو باوجودیکہ اس کا یہ عمل شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور قابل مواخذہ ہے پھر بھی یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللّٰهَ فِيمَا اَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ اِمْرَأَتِكَ

(صحیح مسلم ص ۴۷۶ ج ۱)

اگر تم نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ تم پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے تعلق زوجیت قائم کرے۔ اور تم اپنی بیوی کے طلاق کے سلسلہ میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرو گے۔

بالکل ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مجلس واحد کی تین طلاقوں کے سلسلہ میں ہے کیونکہ اگر تین طلاقیں تین طہر میں دی جائیں تو اسکی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ دار قطنی طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے حدیث گذر چکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے باوجود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اُسے معصیت قرار دینا امر محال ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل طے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے معصیت ہونے کے باوجود جن کے نافذ ہونے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ مجلس واحد ہی کی تین طلاقیں ہیں۔

جمہور صحابہ کرام۔ تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین کا یہی مسلک ہے محقق

9045272713

ابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں۔

وَذَهَبَ جُمْهُورُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ إِلَىٰ أَنَّهُ يَقَعُ الثَّلَاثُ

جمہور صحابہ کرام رض تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

(فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳)

شارح مسلم علامہ نووی رح المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَاحْمَدُ وَجَمَاهِيرُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ يَقَعُ الثَّلَاثُ۔

تو امام شافعی رح امام مالک رح امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رح اور تمام متقدمین اور متاخرین کا قول ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ بدر الدین العینی شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں۔

وَمَذْهَبُ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْهُمُ الْأَوْزَاعِيُّ وَالنَّخَعِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَمَالِكٌ وَأَصْحَابُهُ وَالشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَأَصْحَابُهُ وَإِسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَأَبُو عُبَيْدٍ وَآخَرُونَ كَثِيرُونَ عَلَىٰ مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَقَعْنَ وَلَكِنَّهُ يَأْثَمُ وَقَالُوا مَنْ خَالَفَ فِيهِ فَهُوَ شَاذٌّ مُخَالِفٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ

تابعین اور ان کے بعد کے تمام علماء جن میں امام اوزاعی امام نخعی امام ثوری امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب امام مالک اور ان کے اصحاب امام شافعی اور ان کے اصحاب امام احمد اور ان کے اصحاب امام اسحاق امام ابو ثور امام ابو عبید اور ان کے علاوہ بہت سارے ائمہ رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو سب واقع ہو جائیں گی۔ البتہ وہ شخص

9045272713

وَإِنَّمَا تَعَلَّقَ بِهِ أَهْلُ الْبِدَعِ وَمَنْ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ لِشُذُوذِهِ مِنَ الْجَمَاعَةِ (عمدۃ القاری ص ۵۲۷ ج ۹)

گناہ گار ہوگا اور جمہور کہتے ہیں جو شخص اس سلسلہ میں اختلاف کرتا ہے تو وہ متفرد اور اہل سنت والجماعت کا مخالف ہے اور اس مخالفت سے تو اہل بدعت اور وہ لوگ وابستہ ہیں جو جماعت مسلمین سے منحرف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہیں۔

محقق ابن الہمامؒ علامہ نوویؒ علامہ عینیؒ کے علاوہ بے شمار علمائے کرام نے جمہور امت کے اس مسئلہ پر اجماع اور اتفاق کی صراحت کی ہے۔ بغرض اختصار صرف انہیں تین حضرات کی عبارتوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اس اجماع اور اتفاق کے برخلاف متقدمین میں سے دو ایک اور متاخرین میں علامہ ابن تیمیہؒ المتوفی ۷۲۸ھ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیمؒ المتوفی ۷۵۱ھ اور موجودہ دور میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی اب ہم اختصار کے ساتھ طرفین کے کچھ دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ مسائل دینیہ کو دلائل کی روشنی میں سمجھنے والوں کے لئے شرحِ صدر اور اطمینان کلی کا سامان فراہم ہو۔

جمہور امت کے دلائل

پہلی دلیل۔ اس مسئلہ کی سب سے بنیادی دلیل قرآن کریم کی "آیت طلاق" الطلاق مرتان الخ (البقرہ) ہے۔ کتب تفسیر میں آیت مذکورہ کے دو شانِ نزول بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شانِ نزول وہ ہے جو بیہقیؒ اور ابن مردویہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ لِلطَّلَاقِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

9045272713

وَقتٌ يُطلِّقُ الرجلُ امرأتَهٗ ثُمَّ يُراجِعُها مالم تَنقَضِ العدةُ فوُقِّتَ لهمُ الطلاقُ ثلاثًا يُراجِعُها في الواحدةِ والثنتينِ وليس في الثالثةِ رجعةٌ حتّى تَنكِحَ زوجًا غيرَهٗ۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۷ ج ۱)

پہلے طلاق کی کوئی تحدید نہیں تھی۔ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا رہتا تھا اور عدت گذرنے سے قبل رجوع کرلیا کرتا تھا۔ تو ان کے لئے تین طلاقیں متعین کردی گئیں۔ ایک اور دو طلاق میں تو شوہر اپنی بیوی سے رجعت کرسکتا ہے اور تیسری طلاق کے بعد رجعت نہیں ہے یہاں تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

امام طبری اپنی تفسیر میں اسی شان نزول کی روشنی میں لکھتے ہیں

فتاويلُ الآيةِ علىٰ هٰذا الخبرِ الذي ذكرْنا عددُ الطلاقِ الذي لكم ايها الناسُ فيه على ازواجكمُ الرجعةُ اذ كُنَّ مدخولاً بهنّ تطليقتانِ ثمّ الواجبُ بعدَ التطليقتينِ إمساكٌ بمعروفٍ أو تسريحٌ باحسانٍ لِانَّهٗ لا رجعةَ له بعدَ التطليقتينِ إن سرَّحها فطلّقها الثالثةَ

(تفسیر طبری ص ۲۵۸ ج ۳)

تو آیت کی تفسیر اس شان نزول کے اعتبار سے جس کو ہم نے ذکر کیا یہ ہے کہ اس طلاق کی تعداد جس میں تمہیں اے مردو اپنی مطلقہ بیویوں پر رجعت کا حق ہے۔ جبکہ ان سے ہم بستری ہوچکی ہو۔ دو طلاقیں ہیں۔ ان دو طلاقوں کے بعد خوش اسلوبی کے ساتھ نکاح میں روک لینا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اس لئے کہ دو طلاقوں کے بعد اگر چھوڑنا چاہے اور تیسری طلاق دیدے تو پھر رجعت نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو جتنی چاہتے طلاقیں دیدیتے تھے اور عدت گذرنے سے پہلے رجعت کرلیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے ذریعہ طریقۂ جاہلیت کو ختم کرکے طلاق اور رجعت کے حدود متعین فرمادیئے کہ طلاق

9045272713

کی تعداد صرف تین تک ہے اور رجعت فقط دو طلاقوں تک ممکن ہے آیت کریمہ کا دوسرا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ طبری رح فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْآخَرُوْنَ اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَعْرِيْفًا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ عِبَادَهٗ سُنَّةَ طَلَاقِهِمْ نِسَاءَهُمْ اِذَا اَرَادُوْا طَلَاقَهُنَّ لَا دَلَالَةً عَلَى الْقَدْرِ الَّذِىْ تَبِيْنُ بِهِ الْمَرْأَةُ مِنْ زَوْجِهَا وَتَاوِيْلُ الْآيَةِ عَلٰى قَوْلِ هٰؤُلَاءِ سُنَّةُ الطَّلَاقِ الَّتِىْ سَنَنْتُهَا وَاَبَحْتُهَا لَكُمْ اِنْ اَرَدْتُمْ طَلَاقَ نِسَاءِكُمْ اَنْ تُطَلِّقُوْهُنَّ ثِنْتَيْنِ فِىْ كُلِّ طُهْرٍ وَاحِدَةً ثُمَّ الْوَاجِبُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلَيْكُمْ اِمَّا اَنْ تُمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تُسَرِّحُوْهُنَّ بِاِحْسَانٍ

(تفسیر طبری ص ۲۵۹ ج ۳)

دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف اپنے بندوں کو ان کی بیویوں کے طلاق کا پسندیدہ طریقہ سکھلانے کے لئے نازل ہوئی اگر وہ طلاق کا قصد رکھتے ہوں آیت کا مقصد اس مقدار ـــــ طلاق کو بیان کرنا نہیں ہے جس کے بعد بیوی جدا ہو جاتی ہے ان حضرات کے قول کے اعتبار سے آیت کی تفسیر یہ ہوگی کہ طلاق کا وہ طریقہ جسکو میں نے تمہارے لئے جاری اور مباح کیا یہ ہے کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینی چاہو تو انہیں دو طلاق دو طہروں میں دو پھر تم پر واجب ہے کہ انہیں اچھے طریقہ سے روک لو یا عمدہ طریقہ سے چھوڑ دو۔

الحاصل شان نزول کے اعتبار سے آیت کی دو تفسیریں ہوئیں۔

(۱) آیت میں طلاق کی تعداد اور آخری طلاق کی حد بیان کی گئی ہے۔

(۲) آیت میں طلاق دینے کا شرعی طریقہ تبلایا گیا ہے کہ وہ الگ الگ طہروں میں دی جائیں۔ مجاہد کی یہی رائے ہے امام ابن جریر طبری رح حافظ ابن کثیر رح امام رازی رح وغیرہ نے پہلی ہی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے علامہ سید آلوسی رح نے اسی کو

9045272713

"الیق بالنظم واوفق بسبب النزول (روح المعانی ص ۱۳۵ ج ۲) نظم آیات اور شان نزول کے مطابق قرار دیا ہے صاحب تفسیر مظہری بھی اسی کے مؤید ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ص ۳۰۰ ج ۱)۔ پہلی تفسیر کے اعتبار سے "مرتان" کے معنی "ثنتان" اور "عددان" ہوں گے یعنی قابل رجعت طلاقیں دو ہیں یہ عام ہے کہ وہ دونوں طلاقیں

۱۔ ایک ہی مجلس میں ہوں۔

۲۔ یا الگ الگ طہر میں ہوں۔ دوسری تفسیر کے اعتبار سے "مرتان" کا معنی مرۃً بعد مرۃٍ ہو گا صاحبِ مدارک التنزیل فرماتے ہیں۔

وَلَمْ یُرِدْ بِالْمَرَّتَیْنِ التَّثْنِیَۃَ وَلٰکِنَّ التَّکْرِیْرَ (مدارک التنزیل ص ۱۱۵ ج ۱)

"مرتان" سے تثنیہ نہیں بلکہ تکرار مراد ہے۔

اب اس صورت میں تفسیر یہ ہو گی کہ طلاق کی پسندیدہ شکل یہ ہے کہ وہ الگ الگ طہروں میں دی جائیں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰی اَنَّ التَّطْلِیْقَ الشَّرْعِیَّ تطلیقۃً بعدَ تطلیقۃٍ علی التفریقِ فِی الْاَطْهَارِ دُوْنَ الْجَمْعِ (تفسیر مظہری ص ۳۰۰ ج ۱)

معنی یہ ہے کہ شرعی طلاق یکے بعد دیگر الگ الگ طہروں میں طلاق دینا ہے نہ کہ طلاقوں کو جمع کرنا۔

آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی پسندیدہ طلاق یہی ہے کہ وہ الگ الگ طہروں میں دی جائیں۔ لیکن اس تفسیر کی رو سے بھی آیت سے یہ مطلب اخذ کرنا ہرگز درست نہیں ہے کہ ایک ہی طہر میں اگر طلاقیں جمع کر دی جائیں تو وہ نافذ ہی نہیں ہوں گی۔ ان کے نفس طلاق ہونے سے انکار ثابت کرنا آیت سے کسی بھی طرح ممکن نہیں ہاں انہیں مرضی الٰہی اور طریقہ شریعت کے خلاف کہا جائے گا۔ لیکن حقیقت طلاق کا اطلاق ان پر بھی ہو گا۔

9045272713

آیت زیرِ بحث میں "الطلاق مرتان" کے بعد چند طلاق ہی سے متعلق مسائل بیان کرکے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الخ

اگر شوہر نے تیسری طلاق دیدی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی جبتک کہ دوسرے شوہر سے تعلقِ زوجیت قائم نہ کرے۔

اس آیت میں تیسری طلاق کا تذکرہ ہے۔ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دونوں طلاقیں بیک وقت دیدینا باوجود ناپسندیدہ ہونے کے وقوع سے مانع نہیں ہے بعینہٖ یہی شکل تینوں طلاقیں بیک وقت دیدینے کی ہے کہ وہ بدعت اور باعث گناہ ہونے کے باوجود واقع ہوجاتی ہیں قاضی ثناء اللہ صاحبؒ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَعَلٰى كِلَا التَّاوِيْلَيْنِ يَظْهَرُ اَنَّ جَمْعَ الطَّلْقَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ اَوْ بِاَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ حَرَامٌ وَبِدْعَةٌ مُوْثِمٌ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ لَا بَأْسَ بِهٖ لٰكِنَّهُمْ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَقَعُ ثَلَاثًا بِالْاِجْمَاعِ

(تفسیر مظہری ص ۳۰۰ ج ۱)

اور آیت کی دونوں تاویلوں کے مطابق یہ بات ظاہر ہے کہ دو یا تین طلاقوں کو جمع کرنا خواہ ایک ہی لفظ سے یا الگ الگ الفاظ سے حرام بدعت اور باعث گناہ ہے امام شافعیؒ اس مسئلہ میں اختلاف فرماتے ہیں ان کے نزدیک جمع کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تمہیں تین طلاقیں ہیں تو یہ تینوں بالاجماع واقع ہوجائیں گی۔

9045277213

علامہ ابن حزمؒ فان طلقها فلا تحل له الخ کے تحت لکھتے ہیں۔

فَهٰذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً وَمُفَرَّقَةً وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّخُصَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بَعْضَ ذَالِكَ دُوْنَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ (المحلی ص ۲۰۷ ج ۱۰)

یہ آیت ان تین طلاقوں پر بھی صادق آتی ہے جو بیک وقت دی گئی ہوں اور ان طلاقوں پر بھی جو الگ الگ دی گئی ہوں اور بغیر کسی نص کے آیت کو کسی ایک ہی شکل کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے "باب من اجاز الطلاق الثلث"، علامہ عینیؒ علامہ ابن الحجرؒ علامہ کرمانیؒ علامہ سندھیؒ وغیرہ شرّاح بخاری اس پر متفق ہیں کہ امام بخاری کی مراد یہاں طلاق ثلث سے عام ہے کہ وہ دفعۃً ہوں یا الگ الگ ہوں۔

(ملاحظہ ہو حاشیہ بخاری ۷۹۳ و حاشیہ سندھی ص ۷۹۱ ج ۲)

امام بخاری اپنے اس باب پر قرآن کریم کی مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی آیتِ مذکورہ دونوں شکلوں کو شامل ہے۔

(۲) دوسری دلیل :۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں پہلی حدیث حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے طلاق اور لعان کے واقعہ کے سلسلہ میں بیان کی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کر لینے کے بعد اسی وقت تین طلاقیں دیدیں

حدیث کے الفاظ ہیں۔

فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے ہی انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔

(بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲ و مسلم شریف ص ۴۸۹ ج ۱)

9045272713

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی تین طلاقیں دیدیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولم ینکر علیہ اطلاق لفظ الثلاث (شرح مسلم ص ۴۸۹ ج ۱) — حضور صلی اللہ علیہ وسلم لفظ تین کے بولنے پر انکار نہیں فرمایا۔

بلکہ ابوداؤد کی روایت میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔

فَطَلَّقَهَا ثَلٰثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَانْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیہ وسلم (ابوداؤد ص ۳۰۷ ج ۱) — انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی تین طلاقیں دیدیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو نافذ فرما دیا۔

اس موقع پر یہ بحث اٹھانا کہ لعان کی وجہ سے فرقت واقع ہو گئی تھی اور وہ عورت محل طلاق ہی نہیں رہ گئی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ روایتِ ابوداؤد کی اس صراحت کے بعد بے محل ہے۔

تیسری دلیل:۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ — محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے کھڑے ہو گئے پھر ارشاد فرمایا میرے۔ تمہارے درمیان ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل

یارسولَ اللّٰہِ اَلَا اَقْتُلُہٗ۔
(نسائی شریف ص ۳۶ ج ۲)

کیا جارہا ہے یہانتک کہ ایک صاحب کھڑے ہوکر کہنے لگے یارسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَرُوَاتُہٗ مُوَثَّقُوْنَ۔
(بلوغ المرام ص ۱۳۵)

اس حدیث کے تمام راوی ثقات میں سے ہیں۔

یہ طلاق دینا یقیناً طریقہ شریعت کے خلاف تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برہم ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں فرمایا بلکہ نافذ فرمادیا۔ مشہور محدث قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں۔

فَلَمْ یَرُدَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلْ اَمْضَاہُ کَمَا فِی حَدِیْثِ عُوَیْمِرِ الْعَجْلَانِی فِی اللِّعَانِ حَیْثُ اَمْضٰی طَلَاقَہُ الثَّلٰثَ۔
(تہذیب سنن ابی داؤد ص ۱۲۹ ج ۳
بحوالہ عمدۃ الاثاث ص ۲۹)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تینے طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ نافذ کردیا جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا۔

چوتھی دلیل:۔

عن ابراھیم عن داؤد بن عبادۃ بن الصامت قال طلق جدّی امرأۃ لہ الف تطلیقۃ فانطلق اَبِی الی رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر لہٗ ذالک فقال

ابراہیم روایت کرتے ہیں داؤد ابن عبادۃ ابن صامت سے کہ انہوں نے کہا کہ میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیں میرے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ

9045272713

النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَمَا اِتَّقَی اللّٰہَ جدُّكَ اَمّا ثلثٌ فلہ واَمّا تسعُ مائۃٍ وسبعۃٌ وتسعونَ فَعُدوانٌ ظلمٌ اِن شَاءَ اللّٰہُ عذَّبہٗ واِنْ شَاءَ غفرَ لہٗ۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۳ ج ۶)

بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے والد اللہ سے نہیں ڈرے۔ بہر حال تین طلاق تو ان کا حق تھا۔ رہیں بقیہ نو سو ستانوے طلاقیں تو وہ ظلم و زیادتی ہیں۔ اللہ چاہے تو سزا دیں اور چاہیں تو انہیں معاف کر دیں۔

ظاہر ہے کہ یہ ہزار طلاقیں بیک وقت ہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین کو نافذ فرما دیا۔ عہد نبوت میں جس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون فرمایا ہے بہت تلاش و جستجو کے بعد بیک مجلس تینوں طلاقیں دینے کی صرف یہی تین مثالیں مل سکیں اور ان تینوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرما دیا۔ مزید تلاش پر شاید ایک دو مثالیں اور مل جائیں لیکن اتنا مسلم ہے کہ اس پاک معاشرے میں بیک مجلس تینوں طلاقیں دینے کا ان شاذ و نادر واقعات سے قطع نظر کر کے عموماً رواج ہی نہیں تھا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے وہ فرماتے ہیں۔

کَانَ الطلاقُ عَلٰی عَھْدِ رسولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم واَبِی بکرٍ وسَنَتَیْنِ مِنْ خِلافۃِ عمرَ طلاقُ الثلاثِ واحدۃً۔

(صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱ و مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۶)

طلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رض کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق دینا ایک تھا۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں نیز حضرت عمر کی

9045272713

خلافت کے ابتدائی ایام تک لوگ تین طلاق دینے کے بجائے صرف ایک ہی طلاق دیتے تھے۔ دوسری حدیث کے الفاظ ہیں۔

فَلَمَّا کَانَ فِی عَھْدِ عُمَرَ تَتَابَعَ النَّاسُ فِی الطَّلَاقِ	جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ پے در پے طلاق دینے لگے۔

(صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱)

ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں تین طلاقیں بیک وقت دینے کا معاملہ اکا دکا تھا لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ آتے آتے لوگوں کی کیفیت وہ نہ رہی۔ اب طلاق کے معاملہ میں بے احتیاطیاں عام ہونے لگیں۔ بیک وقت تین طلاقیں دینے کے معاملات بکثرت وقوع پذیر ہونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے ان تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا اور اس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو گیا۔ اس دور کے تمام اہل اسلام نے کلیۃً اسے تسلیم کر لیا۔ اس کی مخالفت میں کوئی ادنیٰ سی بھی آواز نہیں اُٹھی۔ کیونکہ یہ اجماع کسی نئے مسئلہ کا اجماع نہ تھا کہ بحث و تفحص یا از سر نو غور و فکر کی صورت ہوتی۔ بلکہ یہ تو وہ مسئلہ تھا کہ خود زمانہ رسالت میں بھی پیش آ چکا تھا اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ بھی فرما چکے تھے جیسا کہ عویمر عجلانی رضؓ اور محمود بن لبید رضؓ وغیرہ کی روایت سے ثابت ہے فرق محض اتنا تھا کہ پہلے یہ شکل قلیل الوقوع اور نادر تھی اور اب اس کا وقوع بکثرت ہونے لگا تھا اجماع کا مقصد صرف اتنا تھا کہ آیت کریمہ "الطلاق مرتان" کی دوسری تفسیر "مرۃً بعد مرۃٍ" کی رو سے ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ بیک دفعہ دی گئی طلاقیں شاید واقع نہ ہوں اب اس اجماع کی وجہ سے یہ خلش لوگوں کے ذہنوں سے دور ہو جائے اور مسئلہ کی صحیح صورت فیصلۂ رسول اللہ

9045272713

صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں از سرِ نو ذہن نشین ہو جائے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رح فرماتے ہیں۔

فخاطب عمر رضی اللہ بذالک الناس جمیعًا وفیھم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنھم الذین قد علموا ما تقدم من ذالک فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم ینکرہ علیہ منھم ولم یدفعہ دافع (شرح معانی الآثار ص ۲۹ ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں سے اس بارے میں خطاب فرمایا اور ان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رض بھی تھے جو بخوبی جانتے تھے کہ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کے متعلق کیا ہوتا رہا؟ لیکن ان میں سے نہ کسی نے اس فیصلہ کا انکار کیا اور نہ کسی نے ٹال مٹول کی۔

مخالفین کے دلائل

وہ حضرات جو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی مانتے ہیں اپنے نظریہ کی تائید میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے دو دلیلیں ان کے نزدیک نہایت وقیع ہیں اس موقع پر علی الترتیب وہ دونوں دلیلیں اور ساتھ ساتھ ان کے جوابات بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ حقیقت مسئلہ اپنے دلائل کی مضبوطی اور دلائل مخالف کی کمزوری دونوں پہلوؤں سے سامنے آسکے۔

پہلی دلیل:۔ اس سلسلہ میں یہ حضرات اپنی سب سے مضبوط دلیل جس پر انہیں بڑا ناز بھی ہے صحیح مسلم وغیرہ کی اس روایت کو سمجھتے ہیں۔

9045272713

عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباسؓ قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکرؓ وسنتین من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدۃً فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امرٍ کانت لهم فیه اناۃٌ فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم (صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱ و مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱ و مسند امام احمد ص ۳۲۵۰ ج ۱)

ابن طاؤس اپنے باپ طاؤس سے وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ طلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابوبکرؓ کے زمانے میں اور عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق دینا ایک تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ اب لوگوں نے اس کام میں جلدی کی جس میں ان کو ٹھہر ٹھہر کر کرنے کا حکم تھا تو ایسا ہوتا کہ ہم اس کو ان کے اوپر نافذ کر دیتے پس حضرت عمرؓ ان کو ان کے اوپر نافذ کر دیا۔

اس حدیث کا مطلب یہ حضرات یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں اور عہد صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں لوگ تین طلاقیں دیا کرتے تھے مگر انہیں ایک ہی قرار دیا جاتا تھا۔ حدیث کا یہ مطلب بیان کرنا سراسر غلط اور الفاظ حدیث پر صحیح غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے خود اسی حدیث کے آخری جملے اس کی تکذیب کرتے ہیں حدیث کے الفاظ ہیں۔

قد استعجلوا الخ لوگوں نے اب جلد بازی شروع کر دی ہے گویا پہلے یہ دستور نہ تھا جبکہ یہ حضرات کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں یہی دستور تھا جس سے یہ لازم آتا ہے کہ حدیث کی ابتداء اور انتہا میں (معاذ اللہ) تضاد ہے۔ نیز حدیث میں "طلاق الثلاث" کا لفظ ہے یہ صفت موصوف کی نہیں بلکہ اضافت

کی ترکیب ہے جس کا ترجمہ "تین طلاق" کرنا ہرگز درست نہیں بلکہ اس کا صحیح ترجمہ تین طلاقوں کی طلاق یعنی تین طلاق دینے کے بجائے صرف ایک طلاق دیتے تھے۔

(ملاحظہ ہو تحقیق حضرت مولانا حبیب الرحمان محدث اعظمی مطبوعہ المآثر ص ۱۹ شمارہ ۲ ج ۲)

حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس میں طلاق کی تاریخ بیان کی جارہی ہے کہ عہد نبوی سے لیکر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دیا کرتے تھے خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کردی تو وہ تینوں طلاقیں نافذ کردی گئیں۔ حدیث میں تغیر مسئلہ نہیں بلکہ لوگوں کی عادت کے تغیر کو بتلایا گیا ہے۔

محقق نووی ؒ فرماتے ہیں۔

المرادُ ان المعتادَ فی الزمنِ الاولِ کانَ طلقۃً واحدۃً وصار الناس فی زمنِ عُمرَ یوقعونَ الثلاثَ دفعۃً فنفذہٗ فعلیٰ ھذا یکونُ اِخبارًا عن اختلافِ عادۃِ الناسِ لاعَن تغیرِ حکمٍ فی مسئلۃٍ واحدۃٍ۔

مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی نے انہیں نافذ کیا تو اس طور پر یہ حدیث لوگوں کی عادتوں کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ واحدہ میں حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔

(نووی شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۱)

محدث ابوزرعہ الرزاق کی تحقیق ہے

معنی ھذا الحدیث عندی ان ما تُطلِّقُونَ انتم ثلاثًا کانوا یُطلِّقُونَ واحدۃً فی زمنِ

اس حدیث کا میرے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جیسے اب تم تین طلاقیں دیا کرتے ہو حضرات صحابہ ؓ وغیرہ حضور صلی اللہ

9045272713

النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکرٍ و عمرؓ

(سنن کبریٰ ص ۳۳۸ ج ۷)

علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صرف ایک ہی دیا کرتے تھے۔

چنانچہ صحیح سند کے ساتھ کوئی ایک واقعہ بھی نہیں پیش کیا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا حضرت ابو بکرؓ نے یا حضرت عمرؓ نے ابتدائے خلافت میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہو۔ اس حدیث کے سلسلہ میں اور بھی تحقیقات محققین نے بیان کی ہیں بغرض اختصار انہیں یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے مزید تفصیل کے لئے علامہ نووی کی شرح مسلم، فتح الباری وغیرہ ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل:۔ مسند احمد کی اس روایت سے پیش کرتے ہیں۔

حدّثنا عبدُ اللہِ حدّثنی ابی ثنا سَعدُ ابن ابراهیمَ ثنا ابی عن محمدِ بنِ اسحٰقَ حدثنی داودُ بنُ الحُصَینِ عَنْ عکرمةَ مولی ابنِ عباسٍ عن ابن عباسٍؓ قال طلّقَ رکانةُ بنُ عبدِ یزیدَ اخو بنی مطلبٍ امرأتَه ثلاثاً فی مجلسٍ واحدٍ فحَزِنَ علیها حزناً شدیداً قالَ فسألَهُ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کیف طلّقتَها؟" قال طلقتها ثلاثاً قال، فقال "فی مجلسٍ واحدٍ" قال

ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ نے انہوں نے کہا مجھ سے روایت بیان کی میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سعد ابن ابراہیم نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی میرے والد نے محمد ابن اسحٰق سے انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی داود ابنِ حصین نے عکرمہ مولی ابن عباسؓ سے انہوں نے روایت کی ابنِ عباسؓ سے انہوں نے کہا رکانہ بن عبد یزید مُطّلبی نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں پھر اسکی مفارقت پر انہیں شدید صدمہ ہوا۔ ابن عباسؓ نے کہا پھر ان سے رسول اللہ

9045272713

نَعَمْ قَالَ "فَاِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا اِنْ شِئْتَ" قَالَ: فَرَجَعَهَا۔ (المحصل من مسند الامام احمد بن حنبل ص ۲۵۰ ج ۱)

صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ تم نے اسے کیسے طلاق دی۔ انہوں نے کہا میں نے اسے تین طلاقیں دیدیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ہی مجلس میں انہوں نے ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو فقط ایک ہی ہوئی اگر چاہو تو عورت سے رجوع کرلو۔ ابن عباس کہتے اسپر انہوں نے عورت سے رجوع کرلیا۔

سنن ابوداؤد میں ابن جریج کی روایت ہے کہ ابو رکانہ رضنے ام رکانہ کو تین طلاق دی تھی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے رجوع کرلیا۔
(ابوداؤد ص ۲۹۸ ج ۱)

یہ حضرات کہتے ہیں اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بعد رجوع کرلینے کی اجازت مرحمت فرمائی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان تینوں کو ایک ہی قرار دیا گیا۔

اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِي رَوَاهَا الْمُخَالِفُوْنَ اَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرِوَايَةٌ ضَعِيْفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَجْهُوْلِيْنَ وَاِنَّمَا الصَّحِيْحُ مَا قَدَّمْنَاهُ اَنَّهُ طَلَّقَهَا اَلْبَتَّةَ وَلَفْظُ الْبَتَّةِ مُحْتَمَلٌ لِلْوَحْدَةِ

رہی وہ روایت جس کو مخالفین نے بیان کیا کہ رکانہ رضنے تین طلاقیں دی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قرار دیا تو ضعیف روایت ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے صحیح تو وہی حدیث ہے جس کو ہم

9045272713

وللثلاث ولعلّ صاحبُ هذه الروايةِ الضعيفةِ اعتقدَ انَّ لفظَ البتةَ يقتضي الثلاث فرواه با لمعنى الذى فهمه وَغلط فِى ذالك

(نووری شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۲)

نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی عورت کو طلاق البتہ دی تھی اور لفظ البتہ ایک اور تین ہر ایک کا احتمال رکھتا ہے اور شاید اس ضعیف روایت کے راوی نے اس بات کا خیال کیا کہ لفظ البتہ تین طلاقوں کا تقاضہ کرتا ہے اور اپنی سمجھ کے اعتبار سے روایت بیان کر کے اس میں غلطی کی۔

یعنی جس روایت میں حضرت رکانہ رضی کے تین طلاق دینے کی صراحت ہے وہ روایت ضعیف ہے بلکہ صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے طلاق "البتۃ" دی تھی اور لفظ "البتۃ" ایک طلاق اور تین طلاق دونوں کو محتمل ہے شاید راوی نے "البتۃ" کو تین سمجھا اور اپنی سمجھ کے اعتبار سے تین طلاق کی صراحت کر دی اور اس سلسلہ میں اس سے غلطی واقع ہوگئی علامہ نووی رح نے جس صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ سنن ابو داؤد میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

عن نافع بنِ عجيزٍ بن عبد يزيد بن ركانة انّ ركانةَ طلّقَ امرأته سهمةَ البتةَ فأخبرَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم بذالك وقال واللهِ ما اردتُ الا واحدةً فقال رسولُ الله صلى اللهِ ما اردتَ الا واحدةً فقال ركانة واللهِ ما اردتُ الا واحدةً

نافع بن عجیز ابن عبد یزید ابن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ رکانہ رضی نے اپنی بیوی سہمہ کو طلاق البتہ دیدی اور اسکی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور کہا خدا کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا تو حضور نے فرمایا خدا کی قسم تم نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا؟ تو رکانہ نے کہا خدا کی قسم میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ

9045272713

فَرَدَّهَا الیه رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابوداؤد ص ۳۰۰ ج ۱)

علیہ وسلم نے عورت کو رکانہ کی طرف لوٹا دیا۔

یہی روایت سنن ابوداؤد میں عبداللہ ابن علی کی روایت سے بھی مروی ہے تین طلاق والی روایت کے راوی ابن جریج ہیں اور "البتۃ" والی روایت کے راوی (۱) نافع ابن عجیز ابن عبدیزید بن رکانہ رض (۲) عبداللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ رض ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ان روایتوں کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال ابوداؤد حدیث نافع بن عجیر وعبد اللہ بن علی ابن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ ان رکانۃ طلق امرأتہ فردھا الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح لان ولد الرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانۃ انما طلق امرأتہ البتۃ فجعلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ۔

(ابوداؤد ص ۲۹۹ ج ۱)

امام ابوداؤد کہتے ہیں نافع ابن عجیز اور عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ اپنے باپ (علی) اور وہ عبداللہ کے دادا (یزید) سے روایت کرتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا یہ حدیث اصح ہے کیونکہ آدمی کا لڑکا اور اس کے گھر والے اس کے سلسلہ میں زیادہ معلومات رکھتے ہیں کہ رکانہ رض نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتۃ ہی دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک ہی قرار دیا تھا۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ھذا اصح من حدیث ابن جریج (ابوداؤد ص ۳۰۱ ج ۱)

یہ (یعنی طلاق البتۃ والی حدیث) ابن جریج کی حدیث سے اصح ہے۔

9045272713

علامہ ابن حجرؒ مسند احمد اور ابو داؤد کی ان روایتوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

وفی سندھما ابن اسحٰق وفیہ مقال"۔ (بلوغ المرام ص ۱۳۵)
ان دونوں کی سند میں ابن سحٰق ہیں اور ان کے سلسلہ میں کلام ہے۔

ابن اسحاق کے بارے میں کتب اسماء الرجال سے تحقیق کرتے ہوئے مولانا سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں (ضعفائے صغیر للنسائی ص ۵۲) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل ص ۴۳۳ ج ۱) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں وہ قابل احتجاج نہیں محدث سلیمان تیمیؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا امام ہشام ابن عروہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا امام یحییٰ ابن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان ص ۲۱ ج ۳)
(عمدۃ الاثاثات ص ۱۰۹)

الحاصل سنن ابو داؤد اور مسند احمد بن حنبل کی یہ روایت جو ابن جریج اور ابن اسحاق کے طرق سے مروی ہے جس میں تین طلاق دینے کی صراحت ہے۔ ضعیف مرجوح اور ناقابلِ استدلال ہے اس کے برخلاف ابو داؤد کی وہ روایت جو نافع ابن عجیر اور عبداللہ بن علی کے طریق سے مروی ہے جس میں "البتۃ" کی صراحت ہے وہ قوی راجح اور قابل استدلال ہے۔

یہ مختصر مباحث مسئلہ زیر بحث کو سمجھنے کے لئے انشاء اللہ کافی ہوں گے اس لئے انہیں پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

9045272713

الماٰخذ والمراجع

فہرست کتب	اسمائے مصنفین
القرآن الکریم	
صحیح بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل البخاری رح
صحیح مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم رح بن الحجاج
نسائی شریف	امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب النسائی
ابوداؤد شریف	امام سلیمان بن الاشعث ابوداؤد السجستانی رح
ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی
موطأ امام مالک	امام مالک رح
شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد رح بن محمد الطحاوی رح
تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء اسماعیل رح بن عمر رح ابن کثیر رح
تفسیر طبری	امام جریر طبری رح
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح
مدارک التنزیل	امام عبداللہ ابن احمد نسفی رح
المحلی	علامہ ابو محمد بن حزم الظاہری رح
مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین الخطیب التبریزی رح
فتح الباری	علامہ شہاب الدین المعروف بابن الحجر العسقلانی رح
نووی شرح مسلم	شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ النووی رح

9045272713

فہرست کتب	اسمائے مصنفین
تحفۃ الاحوذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رح
مسند امام احمد ابن حنبل	امام احمد ابن حنبل
مصنف عبدالرزاق	حافظ عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رح
مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر بن ابی شیبہ رح
بیہقی سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رح
مرقات شرح مشکوٰۃ	ملا علی القاری رح
تہذیب سنن ابی داؤد بحوالہ عمدۃ الاثار	ابو عبداللہ شمس الدین محمد المعروف بابن القیم رح
دار قطنی	امام دار قطنی رح
التعلیق الحسن	علامہ ظہیر الدین شوق نیموی رح
آثار السنن	علامہ ظہیر الحسن شوق نیموی رح
علاء السنن	علامہ ظفر احمد تھانوی رح
بلوغ المرام	الحافظ ابن الحجر عسقلانی رح
عمدۃ الاثاث	مولانا سرفراز صفدر صاحب رح
میزان الاعتدال	حافظ شمس الدین الذہبی رح
حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح
بدائع الصنائع	امام علاء الدین ابوبکر الکاسانی رح
بدایۃ المجتہد	علامہ ابن الرُشد الاندلسی رح
منہاج السنہ	ابو العباس تقی الدین احمد المعروف بابن تیمیہ رح
المنتقی	حافظ شمس الدین الذہبی رح
فتح القدیر	شیخ کمال الدین ابن الہمام رح

9045272713

فہرست کتب	اسمائے مصنفین
المقنع	امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہؒ
عمدۃ القاری	حافظ بدر الدین العینیؒ
حاشیہ سندھی	علامہ ابوالحسن سندھیؒ
شرح نخبۃ الفکر	حافظ ابن الحجر عسقلانیؒ
فتاویٰ عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
لطائف قاسمی	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
کفایہ بحوالہ رکعات التراویح	امام خطیب البغدادیؒ
الانتقاد الرجیح بحوالہ رکعات التراویح	نواب صدیق حسن صاحب بھوپالیؒ
قیام اللیل بحوالہ التراویح	امام محمد بن نصر المروزیؒ
مکتوب حضرت مولانا نانوتوی صاحب (مندرجہ لطائف قاسمی)	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
مکتوب حضرت مولانا گنگوہی صاحب	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
رسالۂ تراویح مندرجہ تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
رکعات تراویح	مولانا حبیب الرحمان محدث اعظمیؒ
ضمیمہ رکعات التراویح	مولانا عبداللہ غازی پوریؒ
الدین الخالص	نواب صدیق حسن صاحب بھوپالیؒ
رسالہ المآثر	ایڈیٹر مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی

9045272713